خطبہ استقبالیہ

مولانا فضل الرحیم......صدر عالمی رابطہ ادب اسلامی، پاکستان

بسم الله الرحمن الرحیم ، الحمد لله رب العلمین

والصلوة والسلام علی رسوله الکریم ، اما بعد

معزز مہمانان گرامی!

میں سب سے پہلے تو، آج کی اس تقریب میں آپ کی تشریف آوری پر، آپ سب کا، دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکر گزار ہوں، کہ آپ نے اپنا وقت......نکال کر آج کی اس تقریب میں شرکت فرمائی اور اس تقریب کی رونق کو بڑھایا...... نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

من لم یشکر الناس لم یشکر الله جس نے لوگوں کا شکر ادا نہیں کیا، اس نے اللہ کا شکریہ ادا نہیں کیا۔

اس لیے اس شکر گزاری میں ایک گونہ ہمارا قلبی اور دلی اطمینان بھی پوشیدہ ہے۔

اس سے قبل، کہ میں سیمینار اور اس کے موضوع پر آپ کی توجہ حاصل کروں، عالمی رابطہ ادب اسلامی اور اس کے اغراض و مقاصد پر اظہار خیال کرنا مناسب ہوگا۔

بیسویں صدی عیسوی مسلمانان عالم کے لیے ایک بڑی پر آشوب صدی رہی ہے۔ اس صدی میں......''عالم کفر'' کی متحدہ یلغار نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کئی محاذ کھولے......ایک محاذ، سیاسی اور استعماری نوعیت کا تھا، جس کا مسلمان سیاست دانوں اور مسلم حکمرانوں نے سیاسی سطح پر مقابلہ کیا۔ ایک میدان فوجی اور عسکری تھا، جس کا مسلمان مجاہدوں اور مسلمان سائنس دانوں نے......جواب دیا......اور پاکستان کا ایٹمی قوت بننا بھی، اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، جبکہ ایک میدان علمی، فکری اور ادبی تھا، جس کے ذریعے مسلمانوں کے عقائد، افکار اور مسلمانوں کی اقدار اور روایات کو پامال کیا جانا مقصود تھا، اس حملے کا جواب دینے کے لیے، مسلمان ادیبوں اور دانش وروں کی ایک ہمہ گیر تنظیم اور تحریک کی ضرورت تھی۔

دوسری طرف ادب کی دنیا میں ...... بھانت بھانت کی بولیاں بولی جارہی تھیں، اور اس دنیا میں کئی نعرے گونج رہے تھے، ایک نعرہ ''ترقی پسند ادب'' کا تھا اور ایک نعرہ ''روایتی اور مادر پدر آزاد اور بے مقصد ادب'' کا ...... مزے کی بات یہ ہے کہ یہ نعرے بلند کرنے والے، اور ان کا جواب دینے والے، دونوں ہی، ایک ہی گروہ سے تعلق رکھتے تھے، یعنی لادینی گروہ سے ...... عالم اسلام کو ان نعروں سے بچانے اور اس نوع کے ادب کے سامنے بند باندھنے کے لیے، مولانا ابو الحسن علی ندوی نے ''المجمع العلمی العربی '' کے اجلاس منعقدہ دمشق (شام) میں ''ادب کی اسلامیت'' کے تصور کو بڑے جاندار انداز میں اجاگر کیا، مولانا نے اپنے اس مقالے میں ''ادب اسلامی'' کے خدوخال کو بڑی عمدگی کے ساتھ واضح کیا، جسے عرب ادباء نے بے حد پسند کیا، اور مختلف مذاکروں اور علمی مجالس میں کامل غوروخوض کے بعد ''رابطۃ الادب الاسلامی العالمیۃ'' کے نام سے ایک بین الاقوامی تنظیم قائم کرنے پر اتفاق کیا، اور مولانا ابوالحسن علی ندوی کو تاحیات اس کا صدر ...... منتخب کیا گیا۔ یہ ۱۴۰۴/ ۱۹۸۴ء کی بات ہے۔

اس تنظیم نے ...... پوری دنیائے اسلام میں ''ادب'' اور ''علمبرداران'' کو ایک نیا آہنگ اور ایک نیا نعرہ دیا ...... جس کی موجودہ حالات کے تناظر میں بے حد ضرورت ہے۔ اس تنظیم نے ''ادب'' میں اسلامیت کے تصور کو اجاگر کیا ہے، چنانچہ مولانا ابوالحسن علی ندوی ...... نے ''ادب اسلامی'' کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ''ادب ادب ہے، خواہ وہ کسی مذہبی انسان کی زبان سے نکلے، کسی پیغمبر کی زبان سے ادا ہو، کسی آسمانی صحیفے میں ہو، اس کی شرط یہ ہے کہ بات اس انداز سے کی جائے کہ دل پر اثر کرے، کہنے والا مطمئن ہو کہ میں نے بات اچھی طرح کہہ دی، سننے والا اس سے لطف اٹھائے اور اس کو قبول کرے''

مولانا رابع ندوی دامت برکاتہم نے ...... ۱۹۹۷ء میں عالمی رابطہ ادب اسلامی کے تحت سیمینار کے ابتدائی اجلاس میں، اپنے کلیدی خطبے میں فرمایا:

> ''عالمی رابطہ ادب اسلامی کوئی رواجی قسم کی تحریک یا ادارہ نہیں ہے، یہ ایک ادبی برادری کا نام ہے، جو دنیا کے مختلف خطوں میں پھیلی ہوئی ہے، یہ برادری ادب کے ساتھ انصاف چاہتی ہے، اور ادب کو انسانیت کے صحیح اور مناسب حدود کا پابند رکھنے کی

قائل ہے۔ یہ ادبی برادری قدیم بھی ہے اور جدید بھی۔ یہ اصطلاح سے مستغنی ہو کر کام کرتی رہی ہے۔ اس کے لیے اسلام کی اصطلاح مناسب و مستحسن ادب کو فروغ دینے کے لیے اختیار کی گئی ہے کیونکہ موجودہ عہد میں جونت نئے رجحانات کی یلغار ہو رہی ہے، اس میں ادب کے "انسانیت نواز" ہونے کا تصور ختم ہوتا جا رہا ہے، بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ ادب کا رشتہ انسانیت سے ٹوٹ کر بشریت کے سطحی تقاضوں کے اندر محصور ہوتا جا رہا ہے"

پاکستان میں اس تنظیم کی تاسیس ۱۹۹۴ء میں ہوئی۔

اب تک یہ تنظیم کئی ملکی اور کئی بین الاقوامی سیمینار منعقد کر چکی ہے، عالمی رابطہ ادب اسلامی ......اپنے نعرے اور اپنے پروگرام کو عام کرنے کے لیے مختلف علاقائی، قومی اور بین الاقوامی سطح کے مذاکروں اور سیمینار کا انعقاد کرتا ہے، ہمارا یہ سیمینار بھی اس سلسلے کی کڑی ہے، دراصل یہ پروگرام کسی تنظیم، یا کسی مجلس کا محتاج نہیں ہے، یہ تو علمی گوشوں، اور علمی و ادبی محافل میں...... تشکیل ادب کا پروگرام ہے، اس لیے، آج ہر مسلمان ادیب اور شاعر کو اس کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔

جناب صدر و معزز شرکائے سیمینار!

جہاں تک سیمینار کے موضوع کا تعلق ہے تو یہ مولانا ابوالحسن علی ندوی، کی حیات و خدمات پر گفتگو اور ان کے کارناموں کو محیط ہوگا۔ اس سے پہلے کہ میں اس سیمینار کی اہمیت پر کچھ عرض کروں، اور اس کی اہمیت و افادیت کے بارے میں کچھ کہوں، مولانا ابوالحسن علی ندوی کا ایک ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیے: مولانا لکھتے ہیں:

"ہندوستان ہی نہیں" بلکہ پورے عالم اسلام میں صدیوں سے جو نظام تعلیم و تربیت کارفرما تھا اور جس کی حدود گھروں کی چار دیواری سے لے کر مدارس و جامعات، حلقہ ہائے درس، گوشہ ہائے تصنیف و تالیف، خانقاہوں کی پرسکون فضاؤں اور سعی و جہد کی متحرک و پرشور رزمگاہوں تک وسیع تھیں اس کی بنیاد اخلاص وللہیت، ایمان و احتساب اساتذہ و شیوخ کے معاملے میں کامل اطاعت و انقیاد، مربیوں و محسنوں کے مسئلہ میں مکمل تفویض و تسلیم، مقاصد زندگی کے بارے میں توکل و قناعت، اعتماد علی اللہ، بلکہ ایثار و قربانی، محنت و مطالعہ اور حصول کمال کے سلسلے میں استغراق و خود فراموشی، مہاجرین کے ساتھ تعلقات میں تواضع و اعتراف، مختلف الخیال عناصر، افراد جماعتوں

کے سلسلہ میں حسن ظن، التماس عذر اور جمع بین الاضداد کی قوت و صلاحیت کمالات علمی اور مدارج باطنی کے حصول میں علوئے ہمت و مجاہدہ، رفقائے کار و شرکائے حیات کے بارے میں اپنے فرائض کی ادائیگی سے سروکار اور اپنے حقوق کے مطالبہ سے خاموشی پر تھی، اس نظام تعلیم و تربیت کا (اپنی محدود معلومات اور کوتاہ نظر میں) بظاہر آخری نمونہ اور جامع ترین پیکر حضرت شیخ الحدیث کی ذات تھی"

یہ اقتباس مولانا ابوالحسن علی ندوی کی سوانح "حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ" سے لیا گیا ہے، اور سچی بات یہ ہے کہ اس اقتباس اور اس میں استعمال کردہ جملوں اور اوصاف و کمالات کا، حضرت شیخ الحدیث کے بعد اگر کوئی اور شخصیت اس کا مصداق ہو سکتی ہے تو وہ مولانا علی میاں ...... کی اپنی ذات ہے ...... مولانا ...... ہمارے خیال کے مطابق ...... بیسوی صدی عیسوی ...... خصوصاً اس کے نصف آخر کے مجدد وقت تھے، وہ اپنے دور میں ہندوستان کے مسلمانوں ہی نہیں، بلکہ عالم اسلام کی نگاہوں اور امیدوں کا مرکز رہے۔ انہوں نے تصنیف و تالیف کی دنیا اور ادب اسلامی کے "میدان" میں نئے جہاں تعمیر کیے، اور "ادب اسلامی" کے افق پر، ایک درخشندہ ستارہ بن کر چمکے ...... اور اس طرح چمکتے رہیں گے ...... ان کی ذات دراصل ...... ادب اسلامی، دعوت و اصلاح، تعلیم و ارشاد اور تصنیف و تالیف کا کام کرنے والوں کے لیے ایک نمونے اور ایک مثال کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور ہمیں یقین ہے، کہ دنیا میں نشأۃ ثانیہ اسلام کی جن بہاروں کے خواب ...... شاہ ولی محدث دھلویؒ نے دیکھے تھے، علامہ اقبال نے، جنہیں عملی جامہ پہنانے کی بات کی تھی ...... ان خوابوں کی "عملی تعبیر" مولانا ابوالحسن علی ندوی کی تصانیف اور ان کی کتابوں میں موجود ہے ...... مولانا کی ذات، ایک "منارۂ نور" ہے، جس سے آنے والے ...... علماء و اہل دانش رہنمائی، بصیرت اور روشنی حاصل کرتے رہیں گے۔

حقیقت یہ ہے، کہ مولانا کی ذات ایک "فرد" اور ایک شخصیت نہیں، بلکہ ایک "انجمن" ایک قبیلے اور ایک جماعت کی حیثیت رکھتی تھی ...... اسی لیے ان کا تذکرہ کسی فرد واحد کا تذکرہ نہیں ہے، بلکہ ایک، قوم، ایک قبیلے اور ایک جماعت کا تذکرہ ہے، اور ان کی ذات ...... اپنے دور کی علمی اور فکری سرگرمیوں کی مکمل طور پر آئینہ دار ہے، اس طرح ...... یہ گویا نصف صدی سے زیادہ عرصے تک اسلامی دنیا میں جاری رہنے والی تحریک تھی اور اس کا مطالعہ ہمیں ...... بیسویں صدی کی سب سے اہم اور سب سے متحرک تحریک سے روشناس کرائے گا۔

پھر مولانا کے ہاں ہمیں ...... اس دور کی بہترین سوانح حیات ...... علم اور علماء کے بہترین تذکرے ...... وعظ وارشاد کے عمدہ ترین نمونے ...... قصص اور حکایات کے، اعلیٰ ترین ...... مجموعے اور دوسری اصناف ادب ...... ملتی ہیں ...... اس طرح ...... یہ سیمینار ہمارے لیے مختلف قسم کی ...... اصناف ادب کے تذکرے اوران کے مطالعے کا دروازہ بھی کھولنے کا باعث ہوگا۔

ان سب سے بڑھ کر مولانا کی ذات ایک داعی مخلص کی ذات تھی، ان کے ہاں دعوت و ارشاد کا جو طریقہ ملتا ہے وہ ہمارے دور کے لیے سب سے زیادہ موزوں اور مفید ہے، آج ہمیں اسی دھیمے پن، اسی انداز اور اس ''دردِ دل'' والے فکر اور اسلوب کی ضرورت ہے، جس کا مظاہرہ مولانا ندوی نے کیا...... تھا۔

ان گوناگوں اور متنوع خصوصیات کی بناپر، عالمی رابطہ ادب اسلامی کی مجلس عمومی نے ...... مولانا کی شخصیت اور خدمات، پر گفتگو کرنے کے لیے ...... یہ خوب صورت محفل سجائی ہے، اور پاکستان اور بیرون پاکستان سے، علم وادب کی دنیا کے بہت سے درخشندہ ستاروں کو اسلام آباد میں جمع کر دیا ہے، جو اسلام آباد میں اپنے دوروزہ قیام کے دوران میں ...... سیمینار کے موضوع سے متعلق اپنے مقالات پیش کریں گے۔ اس سیمینار کو ...... جن حضرات کی آمد سے عزت اور فخر حاصل ہوا، ان میں پاکستان کے مختلف علاقوں سے آنے والے اہل علم وفضل کے علاوہ بیرون ملک سے بہت سے علماء اور دانش ور بھی شامل ہیں۔ میں اپنی طرف سے اور اپنے رفقائے کار کی طرف سے ان حضرات کا دل کی گہرائیوں سے ممنون ہوں کہ انہوں نے یہاں آنے کے لیے، سفر کی زحمت گوارہ کی۔

آخر میں، میں اس سیمینار کے انتظامات کے ضمن میں خصوصاً ہمارے صدر مجلس گورنر پنجاب جناب خالد مقبول صاحب کا خصوصی طور پر شکر گزار ہوں، جن کی ہمیں ہمہ وقت سرپرستی ...... اور رہنمائی حاصل رہی ...... ڈاکٹر الطاف حسین وائس چانسلر ...... علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی ...... کی ''علم دوستی'' کا معترف ہوں، جنہوں نے ...... اس سیمینار کے انعقاد کے لیے بڑی وسعت قلبی کا مظاہرہ کیا، پروفیسر ڈاکٹر محمود احمد غازی کا ممنون ہوں جنہوں نے اس میں غیر معمولی دل چسپی لی، ان کے علاوہ ڈاکٹر اصغر علی چشتی (ڈین کلیہ علوم اسلامیہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی) ڈاکٹر محمد ضیاء الحق (صدر شعبہ اسلامک) (ر)، حافظ سجاد احمد تترالوی ...... کا بھی مشکور ہوں کہ ان حضرات نے اس کی کامیابی کے لیے دن رات محنت کی، اپنے رفقائے کار ڈاکٹر ظہور احمد اظہر، ڈاکٹر محمود الحسن

عارف، ڈاکٹر زاہد اشرف، ڈاکٹر خالق داد ملک، ڈاکٹر قاری محمد طاہر اور ڈاکٹر اعجاز فاروق بھی خصوصی طور پر ہمارے شکریے کے مستحق ہیں، کہ ان سب نے ......ایک ٹیم اور ایک جماعت کی طرح کام کیا، اللہ تعالیٰ ان حضرات کو اس پر جزائے خیر عطا فرمائے۔

اسی طرح میں عالمی رابطہ ادب اسلامی کے اعزازی اراکین، میں سے حاجی شیخ نذیر احمد، جناب خواجہ ریاض احمد سکا، جناب میاں احمد حسین، جناب اقبال قریشی ....اور دوسرے حضرات کا بھی شکر گذار ہوں کہ ان کی ذاتی توجہ سے، یہ سلسلہ تکمیل کے مراحل طے کر کے یہاں تک پہنچا۔

آخر میں اپنے مہمانوں سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہمیں امید ہے کہ آپ کا یہاں کا قیام خوش گوار ہوگا اور اگر آپ کی خدمت میں ہم سے کوتاہی ہو جائے، تو آپ ہمیں معاف کر دیں، اور رابطہ ادب اسلامی کے ساتھ تعاون جاری رکھیں۔

آخر میں آپ سب حضرات کا ایک بار شکریہ۔